قرآن اور سنت میں مذکور اسبابِ معاش کا ایک تحقیقی مطالعہ

URDU–A RESEARCH OF SOME LIVELIHOODS MENTIONED IN THE QŪRĀN AND THE ṢŪNNĀḤ

Khair Muhammad Asif Memon* , Dr. Muhammad Anwar Khan Pathan **

The Scholar Islamic Academic Research Journal || Web: www.siarj.com || P. ISSN: 2413-7480 || Vol. 3, No. 2 || July-December 2017 || P. 23-45

DOI: 10.29370/siarj/issue5ar2

URL: https://doi.org/10.29370/siarj/issue5ar2

License: Copyright c 2017 NC-SA 4.0

ABSTRACT:

The natural wealth that Allah endowed to Earth at the time of its creation is called minerals and natural resources. Man is aware of the significance and importance of minerals since the ancient times and since then he has been benefitting from the minerals. But during the last two centuries, the way man has been benefitting from minerals, perhaps the ancient man had never thought of that. In future, the progress and prosperity of mankind will largely depend on the natural resources, and economy will depend on minerals; therefore, it becomes imperative that minerals and the land rich with minerals should be under vigilant protection. These should be spared from the clutches of the international powers in every possible way. The injunctions given by the Sharia regarding minerals should be followed and implemented in every humanly possible way. The lands rich with minerals should be in the control of a government instead of individuals so that people may benefit from the blessings of Allah collectively, and as a nation instead of seeking help and assistance from other developed nations, we should inculcate in ourselves the capacity to extract them, refine them, and get maximum benefit ourselves from them so that we could avoid dependence of others. The wealth got from the minerals should be used for welfare of the masses. Moreover, dishonesty

*Ph.D. Research Scholar, University of Sindh, Jamshoro, Email : kmasif85@gmail.com

** Dean, Faculty of Islamic Studies, University of Sindh, Jamshoro, Email: dean.istudies@usindh.edu.pk

and misappropriation of every sort should be avoided. Collective benefit should be supreme to the individual benefit.

KEYWORDS: Livelihood, Ḥālāl, Economy, Agriculture, Handicrafts', Business, Livestock.

کلیدی الفاظ: معاش، حلال، کمائی، ذراعت، دستکاری، کاروبار، مویشی

تعارف:

اللہ تعالی نے جب انسان کو اس مادی دنیا میں مبعوث فرمایا تو اس کے ساتھ کچھ ضروریات بھی پیدا فرمائیں اور ان مادی ضروریات کی تکمیل کا انسان کو حکم فرمایا۔ روح کی غذا عبادت کے بعد جسم کی غذا حلال رزق کا حصول ہر انسان پر واجب فرمایا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"ان اللہ کتب علیکم السعی فاسعوا"[1]

" اللہ تعالی نے تم پر طلب رزق کو فرض کیا ہے، پس تم طلب کرو۔"

انسان پر جیسے اس کی اخلاقی زندگی میں سچ بولنا، امانت داری اختیار کرنا اور ایفائے عہد کرنا لازم ہے، ایسے ہی اس کی مادی زندگی کی کامیابی کا دارومدار محنت، کوشش اور عمل کرنے میں پنہاں ہے، انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی، انسان کو آخرت کے ثمرات حاصل کرنے کی ترغیبات کے بعد دنیا سے بھی اپنی معیشت کا حصہ حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ قرآن مجید خالص معیشت کی کتاب نہیں لیکن اس میں خوشحالی اور دنیاوی معیشت میں کامیابی حاصل کرنے کی ہدایات موجود ہیں۔ قرآن مجید میں معاشی مسائل اور مضامین بڑی کثرت سے اور مختلف عنوانات کے ضمن میں صراحتاً یا کنایۃً بیان ہوئے ہیں جیسے زراعت، باغبانی، برسات، ہوا، بری اور بحری تجارت، سفر، شکار، مویشی، گوشت، دودھ، حرفت، شہد، دال، پیاز، لہسن، مختلف انواع کے بعام، کپڑے، محلات، معدنیات، لوہا، تانبا، سونا، چاندی، ہتھیار، زیور، کسان، مزدور، ملازم، معمار، خوشحالی، تنگ دستی، نہریں، دریا، قافلے، کاروبار جماعتیں وغیرہ کے ضمن میں انسان کو معاشی ہدایات دی گئی ہیں۔ انسان کے معاشی پہلو میں شاید ہی کوئی ایسا پہلو ہو گا جس کے اصول یا فروع قرآن مجید میں ذکر نہ کئے گئے ہوں یا اس کی ترغیب نہ دی گئی ہو۔ اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے:

" وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى * وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَى"[2]

"اور یہ کہ انسان کو خود اپنی کوشش کے سوا کسی اور چیز کا (بدلہ لینے کا) حق نہیں پہنچتا۔ اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی۔"

یعنی دنیا اور آخرت میں انسان کو بدلہ اور کامیابی اس کے اعمال اور کوشش کے بقدر ملتی ہے۔ پھر چاہے یہ

عمل تھوڑا ہو یا زیادہ، اچھا ہو یا برا، بدلے میں اس کے ثمرات ملحوظ ہوتے ہیں اور یہی بات آپ ﷺ نے ارشاد فرمائی ہے:

"إن الله يعطي العبد على قدر همته ونهمته"[3]

"اللہ تعالیٰ بندے کو اس کی کوشش اور رغبت کے بقدر دیتے ہیں۔"

یعنی جو بندہ جس قدر محنت کرتا ہے اس کو اسی کے بقدر رزق عطا کیا جاتا ہے جیسا کہ مقولہ مشہور ہے "جو بوؤ گے وہی کاٹو گے"، اگر محنت، لگن اور اخلاص سے کام کیا جائے تو اس کا بدلہ بھی اچھا ملے گا، اور اگر سستی اور کاہلی کا مظاہرہ کیا جائے تو اس کا نقصان بھی سامنے آئے گا۔ آپ ﷺ کسی کو معاشی تنگدستی میں دیکھتے تو پریشان ہو جاتے اور اس کے لیے کشادہ رزق کی دعائیں فرماتے اور اس کو کشادہ روزی کے لیے اسباب اور مشورہ دیتے، اور جب کسی کو خوشحال اور ہنستا دیکھتے تو مسکراتے اور خوش ہوتے اور اس کے لیے دعا فرماتے۔ یہ حقیقت ہے کہ روحانی ترقی اور عبادت میں یکسوئی کا مادی خوشحالی سے گہرا تعلق ہے، جو انسان دو وقت کے کھانے کے لیے پریشان ہو گا تو وہ سکون سے عبادت بھی نہ کر سکے گا اور یہ فاقہ کشی اور ضرورت اس کو چوری، جھوٹ، دھوکہ، ڈکیتی اور قتل کی طرف مجبور کرے گی، جن کو مشائخ نے "**الفقر سواد الوجه فی الدارین**"[4] سے تعبیر فرمایا ہے۔

اسبابِ معاش کی تخلیق:

معاش کے معنی زندگی گزارنے کے ہیں۔ اصطلاح میں ہر وہ کسب اور کاروبار جس کا تعلق انسانی زندگی سے ہو، اور اس پر انسانوں کی زندگی کا گزران ہو وہ معاش کہلاتا ہے۔ اسلام تجارتی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور کسب حلال کو ایک فرض بتاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق سے قبل ہی اس کے رزق کا انتظام فرما دیا، اور رزق کے حصول میں انسان کی رہنمائی فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ "[5]

"اور ہم نے تم کو زمین میں جگہ دی، اور ہم نے بنائیں اس میں تمہارے لیے روزیاں۔"

ایک اور آیت میں ارشاد ہے:

" وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا "[6]

"اور ہم نے دن کو ذریعہ معاش بنایا۔"

زمین میں قدرت دینا، اسبابِ معاش کی تخلیق اور اس کے اسباب کا مہیا ہونا یہ تمام کارفرمائیاں رزق کے حصول کی اہمیت اور اس کی طلب کی طرف انسان کی رہنمائی کرتی ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی معیشت:

اللہ تعالی نے انسانوں میں نبوت کا سلسلہ جاری فرمایا، حضرات انبیاء علیہم السلام نے انسانوں کو دین کے ساتھ ساتھ دنیاوی امور کی بھی ہدایات فرمائیں، اور حضرات انبیاء علیہم السلام نے خود بھی معاشرہ کا ایک فرد بن کر متفرق اسباب معاش اختیار فرمائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین پہنچے تو انھوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں دس سال تک چرائیں۔ بکریاں چرانا تمام انبیاء علیہم السلام کا معمول رہا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام کاشت کاری فرماتے تھے، حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے، حضرت ادریس علیہ السلام درزی تھے، حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام تاجر تھے، حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے زرہیں بناتے تھے، حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریاں چراتے تھے، حضرت حواء علیہا السلام اپنے ہاتھوں سے سوت کات کر خود اور بچوں کو کپڑے پہناتی تھیں اور حضرت مریم علیہا السلام بھی یہ کام کرتی تھیں، حضرت محمد ﷺ نے بچپن میں بکریاں چرائیں اور اس کے بعد تجارت کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہ تمام انبیاء علیہم السلام اپنے ہاتھ سے محنت مزدوری کرتے، ان حضرات کا یہ کام کرنے سے رزق کی تلاش کرنے اور ان پیشوں کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔[7]

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اور تابعین کی معیشت:

انصاری صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین زراعت کے ساتھ تجارت سے بھی وابستہ تھے، جس کے باعث یثرب میں تمام ضروریات کا سامان اور بازاریں موجود تھیں، ان تمام بازاروں میں بنوقینقاع کا بازار زیادہ مشہور تھا۔ ہجرت کے بعد مسلمانوں نے اپنے بازار قائم فرمائے۔ مدینہ کا سب سے بڑا بازار مہروز بنوساعدہ کے قریب قائم تھا۔ ایک بازار قباء میں غالباً عمرو بن عوف کا تھا جو قینقاع کے بعد لگتا تھا، اس کے علاوہ ام العیال، سوق مسجد الرایۃ جو مدینہ کا قدیم بازار ثنیۃ الوداع کے پشت پر تھا، نیز مزاحم اور بقیع نام سے بھی بازار قائم تھے۔ مکہ مکرمہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سب سے بڑا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ تجارت کی غرض سے مختلف ممالک کا سفر کرتے تھے، انہی تجارتی اسفار کو سورۃ قریش [آیت: 1-2] میں بیان فرمایا گیا ہے۔ مدینہ منورہ کے اکثر صحابہ کا ذریعۂ معاش کاشت کاری، زراعت اور باغبانی تھی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کسی بھی کام کو نہ حقیر سمجھتے اور نہ کسی صنعت کو برا کہتے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کپڑے کا کاروبار فرماتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ٹھیکیداری اور اونٹ پالتے تھے۔ حضرت عمرو بن العاص

رضی اللہ عنہ قصاب تھے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ تیر انداز ہونے کے علاوہ تیر گر بھی تھے، حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ درزی تھے، شراب کی حرمت سے پہلے بعض انصار شراب کے پیشے سے وابستہ تھے۔[8] حضرت خباب بن الأرت رضی اللہ عنہ لوہار تھے، آپ ﷺ کے لیے ایک بڑھئی غلام نے ممبر بنایا۔ آپ ﷺ کے لیے ایک عورت اپنے ہاتھ سے جوڑا بُن کر لائیں، آپ ﷺ کے لیے ایک قصاب باورچی سے کھانا پکوایا گیا۔ آپ ﷺ نے حجام سے سنگی لگا کر اس کو اجرت دی، ان تمام واقعات اور تفصیلات سے ان حرفتوں سے روزی کمانے کا جواز معلوم ہوتا ہے ۔[9] محمد بن سیرین تابعیؒ، میمون بن مہرانؒ کپڑا فروش تھے، ابراہیم بن ادہمؒ کھیتی باڑی کرتے، سیلمان بن خواصؒ کسان تھے، حذیفہ مرعشیؒ اینٹیں بناتے تھے اور ایسے ہی کوئی عطر فروش، کوئی لوہار اور ایسے ہی کوئی دوسرا پیشہ ور تھا۔[10]

ذیل میں مذکورہ شخصیات کے کاروبار اور شغل کو جدول کی شکل میں بیان کیا جاتا ہے:

نمبر	شخصیات	کاروبار
01	حضرت محمد ﷺ، حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام	تجارت
02	حضرت محمد ﷺ، حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام	بکریاں چرانا
03	حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت زکریا علیہ السلام	بڑھئی
04	حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، محمد بن سیرین، رحمہ اللہ اور میمون بن مہران رحمہ اللہ	کپڑا فروش
05	حضرت عمر رضی اللہ عنہ	ٹھیکیداری اور اونٹ پالنا
06	حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ	قصاب
07	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ	تیر انداز اور تیر گر
08	حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ	درزی
09	حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت خباب بن الأرت رضی اللہ عنہ	لوہار
10	حضرت آدم علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ، سیلمان بن خواص رحمہ اللہ	کاشت کاری

11	حذیفہ مرعشی رحمہ اللہ	اینٹیں بنانا
12	حضرت حواء علیہا السلام اور حضرت مریم علیہا السلام	سوت کاتنا

تجارت کے ذریعے حصولِ معاش:

مال کے حصول کے کئی طریقے ہو سکتے ہیں جیسے میراث، ہبہ، صدقہ، اجرت، تجارت، سوال اور لقطہ وغیرہ مگر ان سب میں تجارت کے مہتم بالشان اور عظیم ہونے کی وجہ سے اللہ تعالی نے سورہ جمعہ میں تجارت کو ذکر فرمایا ہے۔اسلام میں تجارت اور خرید و فروخت کی بڑی اہمیت ہے اور اس کو بڑی خصوصیت حاصل ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

" فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ"[11]

"جب نماز پوری ہو جائے زمین میں پھیل جاؤ، اور اللہ تعالی کا فضل (رزق) تلاش کرو۔"

اس آیت میں اللہ تعالی نے اسبابِ رزق میں سے تجارت کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔ تجارت کے متعلق آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: "امانتدار تاجر انبیاء، شہداء اور صدیقین کے ہم درجہ ہو گا۔"[(12)] نبوت ملنے کے بعد لوگ آپ ﷺ کی تجارتی مصروفیات اور روزمرہ کے معمولات دیکھ کر کہنے لگے:

"مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ"[13]

"یہ کیسا رسول ہے کہ کھاتا پیتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے۔"

جب انھوں نے آپ ﷺ کو کھاتے پیتے اور بازاروں میں تجارت کرتے اور سودا سلف خریدتے دیکھا، تو ان کو تعجب ہوا اور انھوں نے یہ بات کی، ان کے زعم میں رسول کا بازار میں جانا اور تجارت کرنا نبوت کے منافی تھا۔ حضور ﷺ نے تجارت کی غرض سے مختلف ممالک کی طرف اسفار فرمائے۔

سیرتِ نبوی ﷺ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے نبوت ملنے سے کچھ عرصہ پہلے وہ مرتبہ حاصل کر لیا تھا جس میں آپ ﷺ اپنا سامان دوسرے لوگوں کو مضاربت پر دیتے تھے، ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا سامان تجارت ابوسفیان کو دیا جو یمن اور شام کی طرف تجارتی غرض سے گئے تھے۔البدایہ والنہایہ میں حضرت ابوسفیانؓ کے قول کو اس طرح ذکر فرمایا ہے:

"قدمت مكة فجاءني الناس يسلمون علي ويسألون عن بضائعهم حتى جاءني محمد بن عبد الله فسلم علي ورحب بي وسألني عن سفري ومقامي ولم يسألني عن بضاعته ثم قام---فبينا أنا أطوف بالبيت إذ بي قد لقيته فقلت له إن بضاعتك قد بلغت كذا وكذا"۔[14]

"میں (تجارتی سفر سے) مکہ واپس آیا، لوگ میرے پاس آکر دعاو سلام کے بعد اپنے سامان کے متعلق دریافت کرنے لگے، اسی دوران میرے پاس محمد بن عبداللہ آئے، اور انہوں نے مجھ کو سلام کیا اور مجھ کو خوش آمدید کہا، اور مجھ سے میرے سفر اور رہائش کے بارے میں دریافت فرمایا، اور اپنے سامان کے متعلق مجھ سے کچھ نہیں پوچھا اور اٹھ کر چلے گئے۔۔۔ اسی اثناء میں میں طواف کر رہا تھا کہ اچانک میری آپ سے ملاقات ہو گئی، میں نے ان کو خبر دی کہ آپ کا سامان اتنا اتنا بڑھ گیا ہے۔"

ایک حدیث میں ارشاد ہے "اللہ تبارک و تعالی نے انسانوں کے لیے جو جائز اسباب رزق بنائے ہیں، ان کے دس میں سے نو حصے تجارت میں رکھے ہیں۔"[15] ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے دریافت فرمایا کہ سب سے بہترین ذریعۂ معاش کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عمل الرجل بيده وكل بيع مبرور"[16]

"اپنے ہاتھ سے محنت اور درست طریقہ پر تجارت کرنا۔"

تجارت کی اہمیت کے باعث اسلام میں تاجروں کی بہت خصوصیات کو ذکر کیا گیا ہے، ان میں سے تاجر کا عقلمند، بہادر اور معاملات کا ادراک کرنے والا ہونا انتہائی ضروری ہے، اگر اس میں خوف ہو اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت نہ ہو تو کامیابی مشکل ہو جاتی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے:

" التاجرالجبان محروم والتاجرالجسور مرزوق"[17]

" بزدل تاجر محروم ہوتا ہے اور جرات مند تاجر کو رزق دیا جاتا ہے۔"

علامہ ابن خلدونؒ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے ذکر فرماتے ہیں:

"أما من كان فاقدا للجرأة والإقدام من نفسه فاقد الجاه من الحكام فينبغي له أن يجتنب الاحتراف بالتجارة لأنه يعرض ماله للضياع"[18]

"بہر حال وہ تاجر جو جرات اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو اور حکام کے پاس باعزت نہ ہو تو اس کے لیے مناسب ہے کہ تجارت سے اجتناب کرے، کیونکہ ایسے شخص کا تجارت کرنا اپنے مال کو ضائع کرنا ہے۔"

مذکورہ نصوص میں تاجر کو جرات اور قوت ارادی پیدا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، کہ تاجر کو بزدل اور متردد نہیں ہونا چاہیے، بزدلی اور تردد محرومی کی طرف لے جاتی ہیں، اور جب دور کے شہروں کی طرف رزق اور نفع کے لیے سفر کی ضرورت پیش آئے تو اس کو سفر کرنا چاہیے، کیونکہ سفر میں صحت اور رزق پوشیدہ ہے کیونکہ انسان کے لیے جو رزق اللہ تعالی نے مقدر فرمایا ہے وہ معلوم نہیں مگر اس رزق کے اسباب ظاہر ہیں اور انسان کے آگے پھیلے

ہوئے ہیں۔ایک حدیث میں ان تاجروں کی کمائی کو سب سے زیادہ پاکیزہ ارشاد فرمایا گیا ہے جن میں کچھ خصوصیات ہوں، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"إن أطيب الكسب كسب التجار الذين إذا حدثوا لم يكذبوا، وإذا ائتمنوا لم يخونوا وإذا وعدوا لم يخلفوا، وإذا اشتروا لم يذموا، وإذا باعوا لم يمطروا، وإذا كان عليهم لم يمطلوا، وإذا كان لهم لم يعسروا"[19]

"سب سے زیادہ پاکیزہ کمائی ان تاجروں کی ہے جب وہ بات کرتے ہیں تو جھوٹ نہیں بولتے، جب ان کو امانت دی جاتی ہے تو خیانت نہیں کرتے اور جب وعدہ کرتے ہیں تو خلاف ورزی نہیں کرتے، جب کوئی چیز خریدتے ہیں تو چیز کی مذمت نہیں کرتے اور جب بیچتے ہیں تو اِتراتے نہیں، جب ان پر قرض ہو تو ٹال مٹول نہیں کرتے، جب ان کا حق کسی دوسرے آدمی پر ہو تو تنگی نہیں کرتے۔"

اس حدیث شریف میں نیک تاجروں کی سات عادات کو ذکر کیا گیا ہے کہ جن تاجروں میں یہ سات عادات ہونگی ان کی کمائی پاکیزہ ہوگی بشرطیکہ وہ اپنی تجارت میں دوسری شرعی باتوں کا بھی خیال رکھتے ہوں۔

حلال اور جائز تجارت کے فضائل:

قرآن وسنت میں حلال طریقے سے رزق کے طلب کرنے کے کثرت سے فضائل بیان فرمائے گئے ہیں۔ تجارت کی اہمیت کے باعث قرآن مجید میں تاجروں کا ذکر مجاہدین کے ساتھ فرمایا گیا ہے۔صحابہ کرام پر شروع میں قیام اللیل واجب تھا، اللہ تعالیٰ نے بعد میں اس حکم کو منسوخ فرما کر اس کے کچھ اسباب بھی ذکر فرمائے، ان اسباب میں سے ایک سبب وہ مشقتیں اور پریشانیاں ہیں جن کو تاجر حضرات سفروں میں جھیلتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ"[20]

"اور کچھ دوسرے سفر کرتے ہوں گے اللہ کے فضل کی تلاش میں اور کچھ دوسرے لڑتے ہوں گے اللہ کی راہ میں۔"

یعنی تم میں سے ایک جماعت ایسی ہے جو تجارت کی غرض سے زمین پھرتے رہتے ہیں اور تمہاری ایک دوسری جماعت جہاد فی سبیل اللہ میں مصروف رہتی ہے۔اس مشکل کام کے ساتھ قیام الیل کا حکم مشقت کا باعث ہوگا، اس لیے اللہ تعالیٰ کی عنایت اس بات کی متقاضی ہے کہ تم سے اس مشقت کو دور کیا جائے۔اس آیت میں تاجروں کو مجاہدین کے ذکر پر مقدم کیا گیا ہے جس سے تجارت کی ایک گونہ عظمت ظاہر ہوتی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کے تجار، مجاہدین کے طلائع (ابتدائی دستہ) ہوتے ہیں، مجاہدین تاجروں کو تجارت کی غرض سے بلادِ اجنبیہ کی طرف

بھیجتے ہیں تا کہ وہ عمدہ اخلاق کے ساتھ تجارت کر کے اسلام کے راستہ کو ہموار کریں اور حالات کی اطلاع دیں۔ اس طرح یہ تاجر مجاہدین کا راستہ ہوا کرتے ہیں۔ علامہ قرطبیؒ اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ "اس آیت میں اللہ تعالی نے جہاد فی سبیل اللہ میں نکلنے والے اور اپنے اہل وعیال کو کھلانے کی غرض سے گھر سے نکلنے والے دونوں کا ایک ہی درجہ بتایا ہے، اس سے ذریعۂ معاش ڈھونڈنے کے لیے گھر سے نکلنے کی فضیلت اور اہمیت معلوم ہوتی ہے، اس لیے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اکثر یہ فرماتے تھے کہ اللہ کے راستے (جہاد) میں مرنے کے بعد جو موت مجھے سب سے زیادہ پسند ہے وہ یہ ہے کہ مجھے اپنی سواری کے کجاوے کے دونوں لکڑیوں کے درمیان اس حال میں موت آئے کہ میں اللہ کے فضل (رزق) کو تلاش کرنے کے لیے زمین میں سفر کے لیے نکلا ہوا ہوں۔[21] طلبِ رزق کی فضیلت کے بارے میں ایک حدیث شریف میں ارشاد ہے:

"إن من الذنوب ذنوبا لاتكفره الصلاة ولا الصيام ولا الحج ولا العمرة قالوا: فما يكفرها يا رسول الله؟ قال:الهموم في طلب المعيشة"[22]

"بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں ان کو نہ نماز مٹا سکتی ہے اور نہ روزہ، حج اور عمرہ، صحابہ کرامؓ نے دریافت فرمایا کہ اے اللہ کے رسول پھر یہ گناہ کس چیز سے مٹتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ گناہ ان تکالیف سے ختم ہوتے ہیں جو آدمی کو رزق طلب کرنے میں پیش آتی ہیں۔"

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے بہترین کمائی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"بيع مبرور، وعمل الرجل بيده"[23]

" بھلائی والی خرید وفروخت اور آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا۔"

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

"من طلب الدنيا حلالا مفاخرا مكاثرا مرائيا لقي الله وهو عليه غضبان، ومن طلب الدنيا حلالا استعفافا عن المسألة، وسعيا على عياله، وتعطفا على جاره، لقي الله يوم القيامة ووجهه كالقمر ليلة البدر"[24]

"جو فخر جتلانے، مال زیادہ کرنے کی نیت سے اور دکھلاوا کرتے ہوئے دنیا کو اگرچہ حلال طریقے سے کمائے وہ قیامت کے دن اللہ تعالی سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالی اس پر ناراض ہوگا، اور جو دنیا کو حلال طریقے سے کما کر سوال کرنے سے بچا اور اپنی بیوی، بچوں کے لیے محنت اور پڑوسیوں پر شفقت کرنے کے ارادے سے دنیا حاصل کی، تو یہ اللہ تعالی سے قیامت کے دن اس حالت میں ملاقات کرے گا، کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک

رہا ہو گا ۔"

یعنی ایسا تاجر جو بندگی کرتے ہوئے اور درست نیت رکھتے ہوئے تجارت کرے کہ اس کا مقصد نہ دوسروں پر فخر جتلانا ہو اور نہ وہ رزق کے حصول میں غلط طریقوں کی طرف جائے، مقصد صرف یہ ہو کہ لوگوں سے سوال کرنے کی ذلت سے حفاظت ہو اور گھر والوں کی ضروریات پوری ہوں اور دوسری محتاج مخلوق کی مدد کی فکر ہو، پڑوسی کا ذکر دوسرے محتاجین سے زیادہ حقدار ہونے کی وجہ سے فرمایا، تو ایسے تاجر کا چہرہ قیامت کے دن چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکے گا۔ شریعت نے طلبِ رزق کے باب میں صرف اس ترغیب پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ رزقِ حلال کو طلب کرنا ایک دینی فرض قرار دیا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"طلب الحلال فريضة بعد الفريضة"[25]

" رزق حلال طلب کرنا دوسرے فرائض کے بعد ایک فرض ہے۔"

اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ عبادت میں مشغول ہونا جس سے لوگوں کی طرف احتیاجی ہو یہ فضیلت کی بات نہیں۔ حضرات صحابہ کرامؓ اور سلفِ صالحین کا یہی طریقہ کار تھا کہ وہ طلبِ معیشت انسان کو پر اولین فرض سمجھتے تھے، اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلافت والے پہلے دن بھی حسب معمول کپڑا لے کر بازار کی طرف تجارت کی غرض سے نکلے، ان کو خلافت جیسی بڑی ذمہ داری بھی اس کام سے نہ روک سکی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بازار کی طرف جاتے دیکھا تو ان کو روکا اور ان کو اس بات کا خوف محسوس ہوا کہ کہیں تجارت کی مشغولیت ان کو خلافت کے کاموں سے نہ روک دے اور صحابہ کرامؓ نے باہمی مشاورت سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وظیفہ مقرر فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے خلافت کے وقت فرمایا:

"لقد علم قومي أن حرفتي لم تكن تعجز عن مئونة أهلي، وشغلت بأمر المسلمين فسيأكل آل أبي بكر من هذا المال، ويحترف للمسلمين فيه"[26]

"میری قوم کو معلوم ہے کہ میرا کاروبار میرے گھر والوں کے خرچ کے لیے ناکافی نہیں تھا اور جب میں مسلمانوں کے معاملہ میں مشغول ہو گیا ہوں تو اب ابو بکر کے گھر والے بیت المال سے کھائیں گے اور ابو بکر مسلمانوں کا کام کرے گا۔"

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"أعظم الناس هما، المؤمن الذي يهم بأمر دنياه وأمر آخرته"[27]

"لوگوں میں سے سب سے بڑی فکر اس شخص کی ہے جس کو اپنی دنیا اور آخرت دونوں کی فکر ہو۔"

آپ ﷺ ایک مرتبہ اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ بیٹھے تھے تو انھوں نے ایک مضبوط، طاقتور نوجوان کو دیکھا جو کسی کام کرنے میں مصروف تھا، کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر اس کی جوانی اور طاقت اللہ تعالیٰ کے راستہ میں گذرتی تو کتنا اچھا ہوتا؟! یہ بات سن کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" إن كان خرج يسعى على ولده صغارا فهو في سبيل الله وإن خرج يسعى على أبوين شيخين كبيرين فهو في سبيل الله وإن كان يسعى على نفسه يعفها فهو في سبيل الله وإن كان خرج رياء وتفاخرا فهو في سبيل الشيطان"[28]

"اگر یہ اپنے چھوٹے بچوں (کی ضروریات کی تکمیل) کی غرض سے محنت کرنے کے لیے نکلا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے، اور اگر اپنے بوڑھے والدین کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے نکلا ہے تو بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے اور اگر خود کو سوال سے بچانے کے لیے محنت مزدوری کی غرض سے نکلا ہے تو بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے اور اگر لوگوں کو دکھانے اور فخر جتلانے کے لیے نکلا ہے تو شیطان کے راستے میں ہے۔"

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہر وہ راستہ ہے جس میں نیک بختی، کامیابی اور خوشی ہو، مگر اس میں شرط یہ ہے کہ آدمی کی نیت درست ہو۔ جس قوم نے محنت کی تو راحت اور کامیابی نے اس کے قدم چومے اور جس قوم نے سستی اور کاہلی سے کام لیا تو کمزوری اور بربادی نے اس کا پیچھا کیا اور اور دوسری چست اور باہمت اقوام ان کی جگہ پر آگئیں۔ دنیا کی حکمران اقوام کی حکومت اور بادشاہی اس وقت ختم ہوئی جب انھوں نے کام اور محنت کرنے میں اپنی ذلت سمجھی اور سستی، کاہلی اور آرام پسندی کو اپنا وطیرہ بنایا اور ان کا یہ اعتقاد ہوا کہ کام تو صرف غلام ہی کریں گے۔ اسلام نے انسان کی دنیاوی اور اخروی زندگی کی کامیابی کا دار و مدار اس کی کوشش، محنت اور طلب معاش کی جستجو پر رکھا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسانوں کی تخلیق کو مقام امتنان میں ذکر فرما کر انسانوں کو زمین کی آبادکاری کا حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"هُوَ الَّذِيْ أَنْشَأَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا"[29]

"اللہ وہ ہے جس نے تم کو زمین سے پیدا فرمایا اور اس زمین کی آبیاری تم سے چاہی۔"

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی تخلیق احسان کے طور پر ذکر فرمائی کہ ہمارا تم پر احسان ہے کہ ہم نے مٹی سے تمہاری تخلیق کی ہے اور اس آیت میں عمارت کو باب استفعال سے لاکر انسانوں سے زمین کی آبادی کا مطالبہ فرمایا گیا ہے۔ علامہ ابو بکر جصاص اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

"يعني أمركم من عمارتها بما تحتاجون إليه وفيه الدلالة على وجوب عمارة الأرض للزراعة والغراس والأبنية"[30]

" یعنی اللہ تعالیٰ نے تم انسانوں کو زمین کی ہر اس آبادی کا حکم دیا ہے جس کی طرف تم کو ضرورت ہو۔اس آیت میں زمین کو کھیتی باڑی، باغبانی اور عمارت سازی کے ذریعے سے آباد کرنے کا وجوب معلوم ہوتا ہے۔"

مذکورہ نصوص سے معلوم ہوتا کہ انسان پر زمین کو عمارت، زراعت، صناعت اور تجارت وغیرہ سے آباد کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لازمی حکم ہے اور اس عمل میں حصہ لینا ضروری ہے۔

اسلام کی تجارتی اور معاشی ہدایات:

آپ ﷺ نے جاہلیت کی مثبت باتوں کو برقرار رکھا اور غلط باتوں کی اصلاح فرمائی۔ مدینہ میں آپ ﷺ نے مسجد کی تعمیر کے ساتھ ہی مسلمانوں کے لئے بازار کی جگہ کی تلاش جاری رکھی۔ آپ ﷺ نبیط نامی جگہ پر تشریف لے گئے، اس جگہ کے معائنہ کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ جگہ بازار کے لئے مناسب نہیں، اس کے بعد آپ ﷺ دوسری جگہ کی طرف تشریف گئے، اس کے متعلق بھی ارشاد فرمایا کہ یہ بازار کے لیے جگہ نہیں بن سکتی، اس کے بعد تیسری جگہ تشریف لے گئے اور پوری جگہ کا گھوم کر اس کا جائزہ لیا اور فرمایا یہ تمہارے بازار کے لئے مناسب جگہ ہے اور نہ اس جگہ میں کمی کی جائے گی اور نہ تم پر ٹیکس لگایا جائے گا۔[31] اس کے بعد آپ ﷺ یکے بعد دیگرے بازار جا کر نگرانی فرماتے اور تجار کی رہنمائی کرتے، حضرت واثلہ بن الاسقعؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ ہم تاجروں کے پاس تشریف لاتے اور فرماتے اے تاجروں کی جماعت! جھوٹ سے بچو۔[32]

حضرت رفاعہ بن رافعؓ فرماتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ عید گاہ کی جانب گیا تو وہاں لوگ خرید وفروخت کر رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا اے تاجروں کی جماعت! تو انھوں نے آپ ﷺ کو لبیک کہا اور اپنی گردنوں اور نظروں کو آپ ﷺ کی طرف اٹھایا، آپ ﷺ نے ان کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا قیامت کے دن تاجر گنہگار بنا کر اٹھائے جائیں گے سوائے ان کے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا اور اچھائی کی اور سچ بولا۔[33]

ایسے ہی آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرام بھی بازار کے حالات کا علم رکھتے، عہد خلفائے راشدین میں اس بات کا باقاعدہ اہتمام کیا جاتا تھا کہ لوگ معیشت اور تجارت کے احکامات کو سیکھنے کے بعد بازار میں آئیں، جو لوگ اس حوالے سے اسلامی تعلیم سے بے خبر ہوتے انہیں بازار میں خرید وفروخت کے لیے بیٹھنے سے منع کیا جاتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق منقول ہے:

"كان عمربن الخطاب يضرب بالدرة من يقعد في السوق وهو لايعرف الأحكام، ويقول

لایقعد فی سوقنا من لایعرف الربا"[34]

" عمر رضی اللہ عنہ ایسے شخص کو درہ سے مارتے جو بازار میں آکر (خرید وفروخت) کے لیے بیٹھتا، مگر وہ اس کے احکام سے جاہل ہوتا اور فرماتے جو شخص سود کے احکام نہیں جانتا وہ ہمارے بازار میں نہ بیٹھے۔"

حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانے میں حکم جاری فرمایا:

"لا يبع في سوقنا إلا من قد تفقه في الدين"[35]

"ہمارے بازار میں صرف وہ شخص تجارت کرے جس کو دین میں تفقہ حاصل ہو۔"

موسی بن طلحہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کو دیکھا کہ وہ منبر پر بیٹھے تھے اور لوگوں سے ان کے احوال اور اشیاء کے نرخ معلوم کر رہے تھے۔[36] اس زمانے میں باقاعدہ محتسب (بازار کا نگران) مقرر تھا، جو بازار میں گھوم پھر کر مختلف دوکان داروں سے بیع وشراء کے متعلق سوالات کرتا، اگر کسی کو احکام کا علم نہ ہوتا تو وہ اس دوکان کو بند کر دیتا۔ امام مالک رحمہ اللہ امراء کو یہ ہدایت فرماتے تھے کہ وہ تجار کو اکٹھا کر کے ان کے سامنے پیش کریں، آپ ان میں سے کسی کو تجارت کے حوالے سے جاہل پاتے تو اس سے ارشاد فرماتے ''پہلے خرید وفروخت کے احکام سیکھو، پھر بازار میں آکر بیٹھو''

صنعت کے ذریعے معاش کا حصول:

اسلام نے صنعت اور کاریگری کے متعلق بھی بہت سی ترغیبات ارشاد فرمائی ہیں کیونکہ صنعت ہی کسی ملک کی خوشحالی میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ خام مال کی پیدائش کے بعد اس کی تیاری (Manufacturing) سے لوگ اشیاء سے فائدہ اٹھانے کے قابل بنتے ہیں۔ جو قوم صرف خام مال کی پیدائش تک محدود ہو تو وہ اپنی ضروریات کی تکمیل میں دوسری اقوام کی محتاج ہوتی ہے۔ اس اہمیت کی بناء پر اسلام میں صنعت اور حرفت کی ترغیب دی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" إن الله يحب المومن المحترف"[37]

"بے شک اللہ تعالی حرفت والے مومن کو محبوب رکھتا ہے۔"

دوسری جگہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

" من أمسي كالا من عمل يده أمسي مغفورا له"[38]

" جو شخص اپنے ہاتھ سے کام کر کے شام کو تھک جائے تو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔"

حضرت مقدامؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ما أكل أحد طعاما قط خيرا من أن ياكل من عمل يده"[39]

"ہاتھ کی کمائی سے بہتر کھانا کسی نے نہیں کھایا"

"عمل یدہ" دست کاری سے کنایہ ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جس آدمی کے پاس کوئی فن ہوتا ہے وہ چند استثنائی صورتوں کے علاوہ کبھی بھی اپنے معاش کے بارے میں پریشان نہیں ہوتا اور اس کی معاشرے میں بڑی قدر ہوتی ہے، اسی قدر کی بناء پر ہمارے معاشرے میں صاحبِ فن جیسے معمار، نجار اور حداد وغیرہ کو "استاذ" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ شعب الایمان میں ہے:

" الكسب الحلال أشد من لقى الزحف"[40]

"حلال کمائی دشمن سے لڑائی سے زیادہ سخت ہے۔"

اس مقام پر احادیثِ شریفہ کا استقصاء مطلوب نہیں، بلکہ یہاں نمونے کے طور پر چند مثالوں کو ذکر کیا گیا ہے، مقصد یہ ہے کہ اسلام میں طلب زرق کی اہمیت کی بناء پر اس کے بابت بہت ترغیبات فرمائی گئیں ہیں، اسلام سستی و کاہلی کو پسند نہیں کرتا، اور نہ ہی اسلام رہبانیت اور ترکِ دنیا کی ترغیب دیتا ہے بلکہ اسلام دنیا سے اپنی ضروریات کے مطابق مال واسباب کے حصول کو واجب قرار دیتا ہے۔

مویشیوں کے ذریعے معاش کا حصول:

اسبابِ معاش میں سے ایک بہت بڑا ذریعہ جانور (livestock) اور مرغیاں (Poultry) وغیرہ پالنا ہے۔ حرام کھانوں کے جسمانی اور مادی نقصانات کے سامنے آنے کے بعد مسلم امت کے علاوہ غیر مسلم ممالک نے بھی اس شعبہ کی طرف خصوصی توجہ دی ہے۔ مختلف قسم کے آگاہی پروگرام اور حلال مصنوعات کے ادارے قائم ہو رہے ہیں۔ حلال گوشت کی دنیا میں سب سے بڑی مارکیٹ مسلم ممالک ہیں، جس کی وجہ سے بہت سے غیر مسلم ممالک جیسے آسٹریلیا، نیوزی لینڈ وغیرہ نے بھی حلال گوشت کے مذبح خانے کھول رکھے ہیں، جو پوری دنیا کو گوشت فراہم کرتے ہیں۔ آج کل ان ذبح خانوں کی باقاعدہ تصدیق (Certification) ہوتی ہے اور ان کے باقاعدہ قواعد اور اصول (Principles and Standers) مقرر ہیں، جس پر امت مسلمہ کے مفتیانِ کرام کے علاوہ خوراک کے ماہرین (Food Inspectors) بھی کام کر رہے ہیں۔ قرآن مجید میں حلال کھانے پر انتہائی تاکید فرمائی گئی ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

" يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا"[41]

"اے لوگو زمین سے حلال اور طیب غذائیں کھاؤ۔"

حلال کھانے میں بکریاں بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ بکریاں چرانا تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے، حتیٰ کہ خود آقا ﷺ نے اہل مکہ کی بکریاں مزدوری پر چرائیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"**الغنم أموال الأنبياء**"[42]

"بکریاں انبیاء علیہم السلام کا مال ہیں۔"

ایک حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"**الشاة في البيت بركة والشاتان بركتان والثلاث ثلاث بركات**"[43]

" ایک بکری گھر میں ایک برکت ہے اور دو بکریاں دو برکتیں ہیں اور تین بکریاں تین برکتیں ہیں۔"

پالتو جانور جیسے بکریوں، اونٹوں اور گھوڑوں کی معاشرے میں بہت ہی اہمیت ہے،اسی وجہ سے ہمارے عرف میں صرف جب مال کا لفظ بولا جاتا ہے تو ذہن جانوروں کی طرف جاتا ہے۔ایک حدیث شریف میں ارشاد ہے:

"**الغنم بركة والإبل عز لأهلها والخيل معقود بنواصيها الخير إلى يوم القيامة**"[44]

"بکریوں میں برکت ہے،اونٹوں میں مالکوں کے لیے عزت ہے اور گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک خیر لکھ دی گئی ہے۔"

زراعت کے ذریعے معاش کا حصول:

اس میں شک نہیں کہ زراعت کو معاشی ترقی میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ قریش کا پیشہ تجارت تھا، وہ کھیتی باڑی کو معیوب سمجھتے تھے۔ غزوہ بدر میں جب آپ ﷺ نے انصار سے حضرت معوذ بن حارث، حضرت عوف بن حارث رضی اللہ تعالی عنہ جن کی والدہ کا نام عفراء رضی اللہ تعالی عنہا تھا اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالی عنہم کو قریش کے عتبہ بن ربیعہ ،شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ کے مقابلے میں بھیجا تو کفار نے انصار سے مقابلہ کرنے سے منع کیا اور کہا کہ ہم کسانوں سے لڑائی نہیں کریں گے ،اور مطالبہ کیا کہ ہمارے خاندان سے ہمارے کفو اور برابر کے جوان ہمارے مقابلے میں بھیجئے،اس وجہ سے آپ ﷺ نے حضرت علی، حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ تعالی عنہم کو ان کے مقابلے میں بھیجا تو ان کی شناخت کرکے عتبہ نے کہا "**نعم أكفاء كرام**"(45)"ہاں یہ ہمارے جوڑ کے اور محترم ہیں"اس کے بعد جنگ شروع ہوئی۔ اسلام نے اس سوچ کو ختم فرمایا اور زراعت اور کاشتکاری کی اہمیت کی بناء پر ان کے بہت سارے فضائل بیان فرمائے، حتیٰ کہ بنجر زمین کو آباد کرنے والے کی اس زمین میں ملکیت تسلیم کی گئی ہے، بخاری شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا:

" من أعمر أرضا ليست لأحد فهو أحق "[46]

" جس نے بغیر مالکی والی زمین (بنجر) آباد کی، وہ اس کی ہے۔"

تمام آسمانی مذاہب میں یہ معمول رہا ہے کہ انسان پر آسانی ہو اور اس کو اسبابِ راحت میسر ہوں۔ زراعت خوشحالی اور حصولِ رزق کا اہم ذریعہ ہے۔ انسانی غذا کی زیادہ تر پیداوار زمین سے ہی حاصل ہوتی ہے اور اسی غذا پر انسانی زندگی کی بقا ہے۔ اسلام نے زراعت کی شان بلند فرمائی اور اس کی طرف متوجہ ہونے کا حکم فرمایا۔ قرآن مجید میں زمین کی پیدائش کو مقامِ احسان میں ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"والْأَرضَ فَرشْنَاها فَنِعْمَ الْماهِدُونَ"[47]

"اور زمین کو ہم نے بچھایا ہے اور ہم ہی بہترین بچھانے والے ہیں۔"

یعنی اس زمین کو اللہ تعالی نے بچھایا ہے تاکہ اس پر چلنا، کام کرنا، کھیتی باڑی کرنا اور اس سے مختلف قسم کے فوائد اٹھانا تمہارے لیے آسان ہو۔ ایک دوسری جگہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

" وجعَلْنَا فيهَا جنَّاتٍ منْ نَخيلٍ وأَعْنَابٍ وفَجَّرْنَا فيهَا منَ الْعُيونِ لِيأْكُلُوا منْ ثَمَرهِ ومَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ"[48]

"اور ہم نے اس زمین میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کیے اور ایسا انتظام کیا کہ اس میں سے پانی کے چشمے پھوٹ نکلیں تاکہ یہ اس کی پیداوار سے کھائیں، حالانکہ ان کو ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا۔"

یعنی اللہ تعالی نے زمین میں نہریں اور چشمے جاری فرمائے تاکہ زرعی زمین کے لیے پانی کا انتظام ہو، اللہ تعالی نے ان اشیاء کی تخلیق کو انسان پر احسان کے طور پر ذکر فرمایا۔ نعمت کا شکرانہ یہ ہے کہ انسان اس کو درست طریقے سے استعمال کرے، اس کو بیکار اور فضول نہ چھوڑے۔ زمین جس کو اللہ تعالی نے بچھایا اور اس کے سینے پر نہریں بہائیں، اس کا شکرانہ یہ ہے کہ اس سے درست طریقے سے نفع اٹھایا جائے، زمین سے نفع کھیتی باڑی، باغبانی اور تعمیر سے ہوتا ہے۔ احادیث طیبہ میں کھیتی باڑی کے بہت زیادہ فضائل وارد ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"احرثوا فإنَّ الحرث مبارك"[49]

ترجمہ: کھیتی باڑی کرو بے شک یہ بابرکت پیشہ ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

"ما من مسلم يغرس غرسا أو يزرع زرعا فيأكل منه طير أو إنسان أو بهيمة إلا كان له به

صدقة"[50]

"جو بھی مسلمان باغ لگائے یا کھیتی اگائے تو اس سے جو بھی پرندہ، انسان یا جانور کھائے، اس کے بدلے میں اس کو صدقے کا ثواب دیا جاتا ہے۔"

کنز العمال میں ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ نے جب قریش کو دیکھا کہ وہ کھیتی باڑی کی طرف توجہ کم دے رہے ہیں تو اس وقت آپ ﷺ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا:

"یا معشر قریش إنکم تحبون الماشیة فأقلوا منها، فانکم بأقل الأرض مطرا، واحرثوا فإن الحرث مبارك"[51]

"اے قریش کی جماعت! تم مویشیوں کو پسند رکھتے ہو، ان کو کم کرو کیونکہ تمہارے علاقے میں بارش کم ہوتی ہے، تم کھیتی باڑی (زیادہ) کرو، بے شک کھیتی باڑی میں بڑی برکت ہے۔"

یہ بات ظاہر ہے کہ کھیتی باڑی کی مویشیوں کے مقابلے میں زیادہ اہمیت ہے، زمین سے پیدا ہونے والے غلہ، گھاس، سبزیوں اور فروٹ وغیرہ سے انسانوں، جانوروں اور حشرات وغیرہ کے رزق کا بندوبست ہوتا ہے۔ مسند احمد میں آپ ﷺ کا ارشاد منقول ہے:

"ما من رجل یغرس غرسا إلا کتب الله له من الأجر قدر مایخرج من ثمر ذلک الغرس"[52]

"جو آدمی بھی باغ لگائے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے اتنا ہی ثواب لکھیں گے جتنا اس باغ سے پھل نکلے گا۔"

ایک اور جگہ پر ارشاد فرمایا:

"ما من امرئ یحیي أرضا، فیشرب منه کبد حری أو یصیب منه عافیة، إلا کتب الله له به أجرا "[53]

"جو آدمی بھی کسی زمین کو آباد کرے کہ اس سے کسی سانس والی مخلوق نے پانی پیا یا اس سے کسی رزق کے طالب نے کچھ حاصل کیا، اس کے بدلے اللہ تعالیٰ اس آدمی کے لیے ثواب لکھ دیں گے۔"

"العافیہ" سے مراد طالبِ رزق ہے، پھر چاہے انسان ہو، حیوان ہو یا پرندہ۔ شریعت مطہرہ نے کاشت کار کے لیے زمین کی آبادی سے دنیاوی ظاہری فائدے کے علاوہ اس میں مخفی منفعت بھی رکھی ہے اور وہ اجر ہے۔ پرندے، جانور اور حیوانات میں سے جو بھی زمین سے کھائیں گے اس کے بدلے ان اشیاء کا انتظام کرنے والے کو اس کا ثواب ملتا رہے گا۔ اگر کوئی شخص فضائل کو دل میں رکھتے ہوئے کاشت کاری شروع کرے گا تو ایسے آدمی سے اللہ تعالیٰ نے مدد کا وعدہ فرمایا ہے، چنانچہ بیہقی شریف کی روایت ہے:

"من أحيا أرضا ميتة ثقة بالله واحتسابا كان حقا على الله أن يعينه وأن يبارك له"[54]

"جس نے کسی بنجر زمین کو اللہ تعالی پر بھروسہ رکھتے ہوئے اور ثواب کی نیت سے آباد کیا اللہ تعالی اس آدمی کی مدد فرمائیں گے اور اس کو برکت عطا فرمائیں گے۔"

زراعت اور باغبانی کی اہمیت کا اندازہ درجِ ذیل حدیث شریف سے ہوتا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إن قامت الساعة وبيد أحدكم فسيلة، فإن استطاع أن لا يقوم حتى يغرسها فليفعل"[55]

"اگر اس حال میں قیامت قائم ہو کہ تم میں سے کسی کے ہاتھ میں پودا ہو، پس اگر اس کو قیامت سے پہلے اس پودے کو لگانے کی طاقت ہو تو اس کو لگا لے۔"

"فسيلة" پودے، چکی کو کہا جاتا ہے، اس حدیث شریف میں کھیتی باڑی کرنے، درخت اگانے اور اس کام کو وقت ضائع کیے بغیر شروع کرنے کی ترغیب ارشاد فرمائی ہے حتیٰ کہ یہ ارشاد فرمایا کہ اگر قیامت کے وقت بھی کسی آدمی کو وقت مل جائے تو یہ کام ضرور کرے۔ احادیثِ شریفہ میں کچھ درختوں جیسے کھجور، انگور اور انار کا خصوصی طور پر ذکر فرمایا گیا ہے:

"خلقت النخلة والرمان والعنب من فضلة طينة آدم"[56]

ترجمہ: کھجور، انار اور انگور آدم علیہ السلام کی بچی ہوئی مٹی سے پیدا فرمائے گئے ہیں۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"النخل والشجر بركة على أهله، وعلى عقبهم بعدهم إذا كانوا لله شاكرين"[57]

کھجور اور دوسرا کوئی درخت لگانے والوں اور ان کے بعد ان کی نسلوں کے لیے برکت کا باعث ہے اگر وہ اللہ تعالی کے شکر گذار ہوں۔

اس حدیث شریف میں کھجور کو پہلے ذکر فرمایا، اس لیے کہ اس حدیث شریف کے اولین مخاطبین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جو کہ عرب تھے اور عرب کا بنیادی ذریعہ معاش کھجور تھا، نیز احادیثِ شریفہ میں درخت کاٹنے پر شدید وعید ارشاد فرمائی گئی ہے، چنانچہ طحاوی شریف میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے:

"قم يا علي فآذن الناس لعن الله قاطع السدر"[58]

"اے علی! کھڑے ہو اور لوگوں میں یہ اعلان کرو کہ اللہ نے بیری کے درخت کاٹنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔"

علامہ مناویؒ نے اس حدیث شریف کی شرح میں فرمایا ہے کہ یہ ممانعت حرم میں ہے، کیونکہ بیری کا

درخت حرم میں ایک پھل دار اور سایہ والا درخت ہے، اس درخت کو کاٹنے اور ضائع کرنے میں سایہ اور اس کے پھل، پتوں اور ٹہنیوں سے فائدہ حاصل کرنے والوں کے لیے انتہائی مضر ہے، اس وجہ سے بغیر کسی سبب کے درختوں کو ضائع یا خراب کرنے سے منع فرمایا ہے۔[59]

حرام اسبابِ معاش اور ان سے اجتناب:

انسان کے سامنے روزانہ متنوع اسبابِ رزق آتے رہتے ہیں، ان میں سے کچھ جائز اور کچھ ناجائز ہوتے ہیں، اسلام حلال روزی کے حصول کا حکم دیتا ہے۔ اسلام رزق حاصل کرنے کی ترغیب کے ساتھ یہ حکم بھی دیتا ہے کہ اس کو جائز اور حلال ذریعہ سے حاصل کیا جائے، اگر حرام اور ناجائز طریقے سے رزق حاصل کیا گیا تو اس سے معاشرے کے دوسرے افراد کی حق تلفی کے ساتھ ساتھ اپنی جان کا بھی نقصان ہوگا۔ اسلام اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دیتا کہ ذاتی نفع کی غرض سے دوسرے افراد کی حق تلفی ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" وَلَا تَأْكُلُوا أَموالَكُم بينَكُم بالْبَاطِل "[60]

"اور آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل ذریعہ سے مت کھاؤ۔"

ما قبل میں مذکور اسبابِ معیشت کے علاوہ بعض وہ اسباب معیشت ہیں جن کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسانوں کے لیے نقصان دہ اور مختلف حکمتوں کی وجہ سے ممنوع فرمایا ہے اور یہ وہ اسباب ہیں جو شرعاً، طبعاً اور اخلاقاً ناپسند اور ممنوع ہیں مثلاً ربا، انشورنس، قمار، جوا، چوری، گانا بجانا، تصویر کشی، شراب فروشی، سود خوری، ناپ تول میں کمی، بازاری عورت کی کمائی وغیرہ۔ ان تمام اسباب سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے منع اور ان کے مقابلے میں حلال اور پاکیزہ اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، اس لیے ایک مسلمان کو ناجائز اور حرام اسباب کو چھوڑنے کا حکم ارشاد فرمایا گیا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"يأتي على الناس زمان لا يبالي المرء ما أخذ منه؛ أمن الحلال أم من الحرام؟ "[61]

"لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میں آدمی یہ پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے حلال سے لیا یا حرام سے۔"

اسلام میں صرف حرام اسباب کے ترک پر بس نہیں کی گئی بلکہ مشتبہ امور سے اجتناب کا بھی حکم ارشاد فرمایا گیا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"إنَّ الحلال بيّن وإنَّ الحرام بين وبينهما مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام" [62]

" بیشک حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی اور ان کے درمیان ایسی مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے

،پس جو شبہات سے بچ گیا تو اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا اور جو شبہات میں پڑ گیا وہ حرام میں پڑ گیا۔"

خلاصہ:

مذکورہ اسباب معاش کو دیکھ کر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالی نے انسان کو بہت سے حلال اسبابِ معیشت عطا فرما کر ان کی طرف انسان کی رہنمائی فرمائی ہے، اس کے ساتھ انسان کو عقل، اسباب اور سہولیات دے کر ان اسباب معاش میں سے اپنی مرضی سے کوئی سبب منتخب کرنے کا اختیار انسان کو دیا ہے، صرف چند پیشوں کو جو حرام، ممنوع اور نقصان دہ ہیں ان سے انسان کو پرہیز کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ حلال اور جائز پیشوں، تجارتوں اور حرفتوں کو اختیار کرنے پر مختلف فضائل، انعامات، ثواب اور اپنی مدد کے وعدے وغیرہ فرما کر انسان کو ان کی طرف رہنمائی اور تشویق دلائی گئی ہے۔اس لیے ضروری ہے کہ انسان اپنی طاقت اور بساط کے مطابق وجوب سعی پر عمل کرتا رہے اور دین اور دنیا کی سعادت کی وہ کوشش اور محنت کرتا رہے جس کا انسان مکلف ہے اور پھر نتیجہ اور ثمرہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

مراجع وحواشی:

1 ابن راہویہ أبویعقوب إسحاق: مسند إسحاق بن راہویہ، المدینۃ المنورۃ مکتبۃ الایمان، الطبعۃ الأولی 1412ھ، ج5، ص194

2 سورہ، النجم (53)، آیت 39-40

3 علاء الدین علي المتقي بن حسام الدین: کنز العمال في سنن الاقوال والافعال، بیروت مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الخامسۃ 1401ھ، ج11، ص61

4 الجرجاني علي بن محمد: التعریفات، بیروت دار الکتاب العربي، الطبعۃ الأولی 1405ھ، ج1، ص217

5 سورہ، الاعراف (7)، آیت: 10

6 سورہ، النبا (78)، آیت: 11

7 النیسابوري أبو الحسن علي بن أحمد: الوسیط في تفسیر القرآن المجید، بیروت دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الأولی، 1415 ھ ، ج3، ص 176

ص376

8 محولہ، ص375

9 البیہقي أبو بکر أحمد بن الحسین: السنن الکبری، بیروت دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الثالثۃ 1424ھ، ج6، ص210

10 دلاوری ابوالقاسم رفیق: اصلاحات کبریٰ، محولہ، ص375

11 سورہ، الجمعۃ (62)، آیت: 10

12 الترمذي محمد بن عیسی: سنن الترمذي، مصر شرکۃ مکتبۃ ومطبعہ مصطفی البابي الحلبي، باب ما جاء في التجار، الطبعۃ الثانیۃ 1395ھ، ج3، ص507

13 البَلَاذُري أحمد بن یحیی: جمل من أنساب الأشراف، بیروت دار الفکر، الطبعۃ الأولی 1417ھ، ج5، ص 11

14 المصدر نفسہ، ج2، ص322

15 البوصیري أحمد بن أبي بکر: إتحاف الخیرۃ المہرۃ، بیروت موقع شبکۃ مشکاۃ الإسلامیۃ، باب في التجارۃ، طبع بدون طبعۃ وسنۃ، ج3، ص275

16 أحمد بن محمد بن حنبل: مسند أحمد بن حنبل، بیروت مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الأولی 1421ھ، ج28، ص502

17 القضاعي أبو عبد اللہ محمد بن سلامۃ: مسند الشہاب، بیروت مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الثانیۃ 1407ھ، ج1، ص169

18 ابن خلدون عبد الرحمن بن محمد بن محمد: دیوان المبتدأ والخبر في تاریخ العرب والبربر ومن عاصرہم من ذوي الشأن

الأکبر، بیروت دار الفکر، الطبعة الثانیة 1408ھ، ج1، ص495

19 البیهقي أبو بکر أحمد بن الحسین: الآداب للبیهقي، بیروت مؤسسة الکتب الثقافیة، الطبعة الأولی، 1408ھ، ج318

20 سورہ، المزمل (73)، آیت: 20

21 القرطبی أبو عبد اللہ محمد بن أحمد: تفسیر القرطبی، القاهرة دار الکتب المصریة، الطبعة الثانیة 1384ھ، ج19، ص56

22 الطبراني أبو القاسم سلیمان بن أحمد بن أیوب: المعجم الأوسط، طبع بدون طبعة وسنة، القاهرة دار الحرمین، ج1، ص38

23 أحمد بن محمد بن حنبل: مسند الإمام أحمد بن حنبل، المرجع السابق، ج25، ص157

24 البیهقي أبو بکر أحمد بن الحسین: شعب الإیمان، بیروت دار الکتب العلمیة، الطبعة الأولی 1410ھ، ج13، ص17

25 الطبراني: المعجم الکبیر، القاهرة، مکتبة ابن تیمیة، الطبعة الثانیة، ج10، ص74

26 محیي السنة الحسین بن مسعود: شرح السنة، دمشق المکتب الإسلامي، بیروت، الطبعة الثانیة 1403ھ، ج10، ص85

27 ابن ماجة محمد بن یزید: سنن ابن ماجہ، بیروت، دار إحیاء الکتب العربیة، الطبعة الرابعة 1406ھ، ج3، ص275

28 الطبراني: المعجم الأوسط، المرجع السابق، ج7، ص56

29 سورہ، ہود (11)، آیت: 61

30 الجصاص أبو بکر أحمد بن علي الرازي: أحکام القرآن، بیروت دار إحیاء التراث العربي، 1405ھ، ج4، ص378

31 ابن ماجة محمد بن یزید: سنن ابن ماجہ، المرجع السابق، ج2، ص751

32 الطبراني سلیمان بن أحمد: المعجم الکبیر، المرجع السابق، ج22، ص56

33 البیهقي أحمد بن الحسین: السنن الکبری، المرجع السابق، ج5، ص436

34 الکتاني عبد الحي: نظام الحکومة النبویة المسمي بالتراتیب الإداریة، بیروت دار الکتاب العربي، س وطن، ج2، ص18

35 الترمذي محمد بن عیسی: سنن الترمذي، المرجع السابق، ج2، ص357

36 أحمد بن محمد بن حنبل: مسند أحمد بن حنبل، المرجع السابق، ج1، ص73

37 الترمذي أبو عیسی محمد بن عیسی: سنن الترمذي، المرجع السابق، ج4، ص574

38 الطبران سلیمان بن أحمد: المعجم الأوسط، المرجع السابق، ج7، ص289

39 البخاري أبو عبد اللہ محمد بن إسماعیل: صحیح البخاري، بیروت دار طوق النجاة، الطبعة الأولی، 1422ھ، ج3، ص57

40 البیهقي أحمد بن الحسین: شعب الإیمان، المرجع السابق، ج11، ص175

41 سورہ،البقرہ(02)،آیت:168
42 علي المتقي: كنز العمال،المرجع السابق، رقم الحديث:35230،ج12،ص325
43 علي المتقي: كنز العمال،المرجع السابق، رقم الحديث:35223،ج12،ص324
44 علي المتقي: كنز العمال،المرجع السابق،، رقم الحديث:35223،ج12،ص325
45 کاندھلوی محمد ادریس: سیرت مصطفیٰ، کراچی کتب خانہ مظہری، س وطند، ج2، ص78
46 البخاري أبو عبدالله محمد بن إسماعيل: صحيح البخاري،المرجع السابق،ج2،ص102
47 سورہ،الذاریات(51)،آیت:48
48 سورہ،یس(36)،آیت:34،35
49 المتقي علي بن حسام الدين: كنز العمال،ج4،ص57
50 البخاري أبو عبدالله محمد بن إسماعيل: صحيح البخاري،المرجع السابق،ج6،ص103
51 علي المتقي: كنز العمال،المرجع السابق،ج4،ص61
52 أحمد بن حنبل: مسند الإمام أحمد بن حنبل،المرجع السابق،ج5،ص415
53 الطبراني سليمان بن أحمد بن أيوب: المعجم الكبير،المرجع السابق،ج7،ص144
54 البيهقي أبو بكر أحمد بن الحسين: سنن البيهقي الكبرى،مكة المكرمة مكتبة دار الباز،1414ھ،ج10،ص318
55 أحمد بن حنبل: مسند الإمام أحمد بن حنبل،المرجع السابق،ج20،ص296
56 علي المتقي: كنز العمال، رقم الحديث:35304،ج12،ص339
57 الطبراني سليمان بن أحمد بن أيوب: المعجم الكبير،المرجع السابق،ج3،ص84
58 الطحاوي أبو جعفر أحمد بن محمد: شرح مشكل الآثار،بيروت مؤسسة الرسالة،الطبعة الاولى 1415ھ،ج7،ص430
59 المناوي عبد الرؤوف: فيض القدير شرح الجامع الصغير،مصر المكتبة التجارية الكبرى،الطبعة الأولى 1356ھ،ج6، ص6
60 سورہ،البقرہ(02)،آیت:188
61 البخاري محمد بن إسماعيل: صحيح البخاري،المرجع السابق،ج3،ص55
62 مسلم بن الحجاج أبو الحسن النيسابوري: الصحيح المسلم،الطبعة الاولىٰ 1374ھ،ج2،ص1219